ناولٹ

دوسرا اور آخری حصہ

رمانہ عمر

حلب میری بالکنی سے

چوتھا باب
عروسہ (دلہن)

وہ عمتی کے گلے لگی رو رہی تھی۔ دو سال پہلے لیلیٰ کی رخصتی کے بعد آج ان سے ملاقات ہو رہی تھی۔ مگر ان دو برسوں میں نجانے کتنے طوفان تھے جو گزر گئے کتنے ہی سیلاب آئے اور بہت کچھ بہا کر لے گئے۔ دلوں میں زخم ایسے گہرے لگے تھے کہ ایک دوسرے سے مل کر پھر سے پھوٹ پڑتے اور آنکھیں آنسو بہا بہا کر اب تھک چکی تھیں۔

بسام ان کا سامان لے کر اندر آ گیا اور پھوپھی بھتیجی کا یہ ملاپ سر جھکائے کھڑا دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے کا رنگ کملا گیا تھا اور آنکھوں میں چمک اور شوخی کی جگہ گہری سنجیدگی نے لے لی تھی۔

حالات کی سختی نے اچھے دنوں کے سب نخرے بھلا دیئے تھے، دکانیں بند پڑی تھیں۔ گھر میں جو کچھ موجود تھا وہی مریم نے سامنے لا کر رکھ دیا۔ عمتی نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"مریم میں تمہارے ہاتھ کا کبہ نہیں بھول سکتی۔ جب حالات اچھے ہو جائیں گے تو ہم تم سے کبہ کی فرمائش ضرور کریں گے۔"

"جی ٹھیک ہے" مریم بمشکل مسکرائی۔

"دمشق میں کس قدر تباہی ہو گئی۔ ہر روز ایک بری خبر آتی ہے۔ عمتی آپ ہمارے پاس حلب آ جائیں۔"

"یہاں کے حالات کون سے اچھے ہیں۔ وہ بھیڑیے ایک کے بعد ایک شہر کی جانب بڑھ رہے ہیں۔" بسام نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا مگر پھوپھی نے آنکھوں کے اشارے سے اسے روک دیا۔

رات کو وہ دیر تک اپنے بھائی کے کمرے میں ملک کے حال، مستقبل اور اپنے بیٹے کے بارے میں مشورے کرتی رہیں۔ وہ حد سے زیادہ پریشان تھیں۔

"اخی میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کیسے روکوں۔ باپ کا سایہ سر پر ہے نہیں اور حالات ایسے ہیں کہ نوجوانوں کے سینوں میں انتقام جوش مارنے لگا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ یہ غلط ہاتھوں میں نہ چلا جائے۔"

"ہوں۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ جب ظالم اپنے ظلم کو حد سے زیادہ بڑھا دیتے ہیں تو نوجوان خون زیادہ دن تک چپ چاپ بیٹھا تماشہ تو دیکھ نہیں سکتا۔ ایسے میں ہی دشمن اسے اپنا تر نوالہ بنا لیا کرتا ہے۔ یہاں بھی یہی ہو رہا ہے تم فکر نہ کرو میں کروں گا بسام سے بات بہت سلجھا ہوا لڑکا ہے...... اسے اس وقت تحمل سے سمجھانے کی ضرورت ہے۔"

وہ اپنے مخصوص پر سوچ لہجے میں بولے۔ وہ تجارت پیشہ ہونے کے باوجود ایک جہاندیدہ انسان تھے اور علوم قرآنی، تاریخ اور سیاست کی پیچیدگیوں پر گہری نظر رکھتے تھے۔ وہ نہ صرف استاد بلکہ مربی بھی تھے۔ انہوں نے بسام کے ساتھ کئی بار طویل گفتگو کی۔ شروع میں ہر بار وہ پر جوش ہو جاتا اور کہتا:

"خالی (ماموں) بہت ہو گیا میں اپنی ڈگریاں بیروت چھوڑ آیا ہوں۔ اب میں اس بھیڑیے کے خلاف مزاحمتی جدوجہد میں حصہ لوں گا۔ میری زندگی کا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔"

اور یہی وہ مقام تھا جہاں اس کے جوشیلے خون میں اٹھتا ابال اسے ایک غلط راستے پر ڈال سکتا تھا۔

"بیٹا کسی بھی راستے کو اختیار کرنے سے پہلے ایک مومن کو یہ اطمینان ضرور کر لینا چاہیے کہ اس میں اللہ کے رسول کی خلاف ورزی کا اندیشہ تو نہیں ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر تم کتنا ہی لیپا پوتی کر لو اندر سے وہ کام غلط ہی رہے گا اور زمین پر ظلم وفساد میں اضافے کا باعث ہی بنے

گا۔تم میری بات سمجھ رہے ہو؟''

''لیکن خالی! آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہم ظالم کو ظلم کرنے دیں؟''

''ظالم کو روکو۔ مگر عالمی سطح پر جاری گھناؤنی سازش کا حصہ ہرگز مت بنو۔تم اچھی طرح جانتے ہو کہ فرقہ واریت کا ایندھن کہاں سے پھونکا جارہا ہے...... یہ وہی فرقے تو ہیں جو برسہا برس سے آپس میں چین کے ساتھ رہ رہے تھے......تم جانتے ہو کہ نہیں؟''

''جی'' وہ سر جھکا لیتا۔

''میرے بیٹے! یہ کہانی نئی نہیں ہے۔صرف اسٹیج بدلا ہے کردار سب وہی ہیں۔آپس کی جنگوں میں ہمیں بھسم کر دینے کے سارے منصوبے پہلے بھی بنائے جاتے رہے ہیں اور بستیوں کی بستیاں پہلے بھی تباہ کی گئی ہیں۔ میں بس یہ چاہتا ہوں کہ تم عدل کے گواہ بنو ظلم کے نہیں۔'' وہ اتنا کہہ کر اسے سوچنے کے لئے اکیلا چھوڑ دیتے تھے۔

بسام پر ان باتوں کا خاطر خواہ اثر ہوا۔اسے محسوس ہوا کہ انتقام کا وہ شعلہ جو اس کے اندرون کو جلائے ڈال رہا تھا اب اس کی جگہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے راستے میں جدوجہد کی ایک چنگاری سلگ گئی ہے جو اس سے مطالبہ کر رہی ہے کہ اپنے آس پاس ایسے لوگوں کو تلاش کرے جو ظلم کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے سے عدل کے سورج کو نکالنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہوں۔

☆......☆......☆

مریم تمہاری پھوپھی نے بسام کے لئے تمہیں پسند کرنے کا عندیہ دیا ہے۔گو کہ وہ اچھا لڑکا ہے اور اپنی بہن کی تربیت پر بھی مجھے اعتماد ہے مگر......''

وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے اور گہری نظروں سے اس کے تاثرات کا جائزہ لینے لگے۔وہ گڑبڑا گئی اور نگاہیں زمین پر گاڑ لیں۔

''اس کا مستقبل فی الحال بالکل غیر یقینی ہے۔وہ خود نہیں جانتا کہ آگے کیا کرے گا۔''

''پھر؟'' اس نے بمشکل کہا۔

''پھر یہ کہ اب تم مجھے بتاؤ کہ تمہاری اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟'' اس نے اپنی تمام تر ہمت جمع کی اور تھوک نگل کر دھیرے دھیرے بولنا شروع کیا۔آج کے دن اسے لیلیٰ کی پھر شدت سے یاد آئی:

''ابی میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ آپ میرے لئے جس شخص کا انتخاب کریں وہ باایمان، باکردار اور باہمت ہو۔اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس میں یہ خوبیاں موجود ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔میں اس کا ہر حال میں ساتھ نبھاؤں گی اور مستقبل تو ابی......صرف اسی کا نہیں ہم سب کا بالکل غیر یقینی ہے۔ میں اتنا سمجھتی ہوں کہ ہمیں ایک دوسرے کے سہارے کی اشد ضرورت ہے۔''

☆......☆......☆

''میں نے ابھی بسام سے بات کی ہے۔وہ تو بہت خوش لگ رہا تھا۔'' آج بہت دنوں بعد اس نے لیلیٰ کی چہکتی شوخ آواز سنی تھی۔

''اچھا؟'' وہ پھیکا سا مسکرائی۔

''کیا تم خوش نہیں ہو مریم؟'' وہ ٹھٹکی

''خوش؟ یا اُختی خوشی کے معنی ہم لوگوں کے لئے اب بدل چکے ہیں۔لیکن خیر۔تم فکر نہ کرو۔ میں اس رشتے سے بہت خوش اور مطمئن ہوں۔''

''مریم! میں نے اسے وہ بات بھی بتادی۔'' لیلیٰ نے اسے چھیڑا

''کیا بات؟'' مریم چونکی۔

''وہی کہ ایک بار جب ہم بسام کی دلہن کے بارے میں اپنی اپنی رائے دے رہے تھے تو تم نے کہا تھا کہ اس کا کیا ہے وہ یا تو اے یو بی میں ہی کسی کو پسند کرلے گا اور اگر وہاں کوئی نہ ملی تو گوگل سرچ پر سیریا کی سب سے خوبصورت اور ذہین لڑکی تلاش کر کے اسے اپنی دلہن بنالے گا۔''

''لیلیٰ کی بچی......تم نے اسے یہ سب کیوں بتایا؟'' مریم چلائی۔

شام کے وقت وہ آئینے کے سامنے کھڑی تھی پھوپھی کے اصرار پر اس نے وہی فستان پہن لی جو لیلیٰ کی شادی کے دن پہنی تھی۔اپنی اور لیلیٰ کی مشترکہ دراز کھولی جس میں میک اپ کا سامان رکھا جاتا تھا۔ نجانے کتنے عرصے بعد وہ یوں تیار ہونے کھڑی ہوئی تھی۔ہلکا سا میک

اپ کیا اور خود اپنے سراپے پر نگاہ دوڑائی تو یاسیت کی ایک لہر نے اسے جکڑ لیا۔ زندگی کے سب سے یادگار دن میں وہ اپنی سہیلیوں کے بغیر اکیلی تیار ہو رہی تھی۔ لیلیٰ کوسوں دور تھی۔ اس کا وطن آندھیوں طوفانوں کی زد میں تھا اور چہار جانب خون تھا۔ اس نے لمحے بھر کو آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے کانوں میں ایمبولینس کے سائرن اور زخمیوں کی چیخیں گونجنے لگیں۔ وہ سر تھام کر بیٹھ گئی۔

اس کا نکاح بسام کے ساتھ ہو چکا تھا اور یہ حلب میں بسام کا آخری دن تھا اگلے روز اسے دمشق روانہ ہونا تھا۔

اس خیال سے کہ بسام اسے ملنے آنے ہی والا ہے وہ پھر ہمت کر کے کھڑی ہو گئی۔ اپنے خوبصورت بھورے بالوں کو کلپ کر کے کھول لیا اس کے کانوں میں لیلیٰ نے گویا سرگوشی کی۔

''مریم! تمہاری شادی والے دن میں تمہاری فرنچ بریڈ بناؤں گی۔ سفید گاؤن کے ساتھ بالوں میں لگے پرل کتنے خوبصورت معلوم ہوں گے۔''

''نہ سفید گاؤن اور نہ بالوں میں پرل...... لو بسام تمہاری عروسہ (دلہن) تیار ہے۔'' اس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ خود کلامی کی۔ دروازے پر دستک ہوئی تو وہ چونک گئی اور خود پر قابو پاتی ہوئی صوفے پر بیٹھ گئی۔ بغیر حجاب کے وہ آج پہلی بار بسام کے سامنے آئی تھی۔ نہ تو دلہنوں والی تیاری اور نہ بھاری بھرکم میک اپ۔ مگر اس کا سادہ سا یہ روپ بھی بسام کے دل میں اتر گیا تھا۔ وہ کرسی کی پشت سے ٹیک کر ہاتھ سینے پر باندھے اسے دیکھتا رہا اور پھر اپنی کھوجتی نگاہیں اس پر ٹکا کر بولا:

''لو آخر کار مجھے سیریا کی سب سے خوبصورت لڑکی مل ہی گئی۔''

مریم اسے اپنی پسندیدہ جگہ، اپنے کمرے کی بالکنی میں لے گئی پھر وہاں کھڑے ہو کر ان دونوں نے ڈھیروں باتیں کیں۔ اس ماضی کے بارے میں جو بہت حسین تھا اور اس مستقبل کے بارے میں جس کے نہ آسکنے کا امکان اس کے آنے سے زیادہ تھا۔ لیکن اس روز انہوں نے اپنے اردگرد پھیلے آسیب کا کوئی ذکر نہ کیا۔ وہ زندگی کے ان لمحوں کو جی بھر کے جی لینا چاہتے تھے کیونکہ ان کا وجدان انہیں بتا چکا تھا کہ اگلا لمحہ ان کی مٹھی میں ہے ہی نہیں اور مریم کو اس لمحے ایک ایسے احساس نے گھیرا ہوا تھا جسے وہ خود سمجھ نہیں پا رہی تھی اسی انجانے احساس نے اسے نروس کر دیا تھا۔ بسام نے سنبھل سنبھل کر بولنا شروع کیا۔

''مریم! امی جس بات کو کرنے آئی تھیں اس کے لئے وہ عرصے سے اصرار کر رہی تھیں مگر میں انہیں کہتا تھا کہ کسی اچھے وقت کا انتظار کریں تم جانتی ہی ہو کہ لیلیٰ کی شادی کے بعد جب ہم واپس گئے تو حالات دن بدن بگڑتے ہی چلے گئے۔ شروع میں میں چاہتا تھا کہ امی بھی بیروت شفٹ ہو جائیں مگر وہ اپنے لوگوں کی خدمت کرنا چاہتی ہیں۔ وہ جانے پر بالکل تیار نہ ہوئیں۔ اب جب میں خود یہاں ہمیشہ کے لئے آ گیا ہوں تو ان کا اصرار تھا کہ شادی کر لو اور بیروت میں جا بسو۔''

اتنا کہہ کر وہ رکا۔'' مریم نے حیران نگاہیں اٹھائیں۔

تو پھر اب آپ کا کیا خیال ہے؟''

''تم سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ کیا مجھے ان کی بات مان لینی چاہیے؟'' مریم اس سوال پر ذرا جزبز ہوئی مگر پھر اعتماد سے بولی:

''اگر مجھ سے رائے لے رہے ہیں تو میں کہوں گی کہ اچھے وقت میں وطن کے گیت گانا اور برے حالات ہوتے ہی بھاگ کھڑے ہونا بزدل لوگوں کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کا امتحان لیتے ہیں۔ بھوک، اموال کی کمی، جان کا ضیاع سب سے امتحان لیتے ہیں۔ ہم لوگ بھی کڑی آزمائش سے گزر رہے ہیں۔ کم سے کم میرا ضمیر تو ہرگز بھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ اپنی جان کو لے کر نکل جاؤں اور پھر نیٹ پر اپنے حلب کو تباہ ہوتے دیکھوں...... اللہ میرے حلب کی حفاظت فرمائے۔''

''ہوں؟'' بسام نے لمبی سانس لی۔

''میرے خیالات تم سے مختلف نہیں۔ میں اپنے لوگوں کو جلتا، کٹتا، مرتا اور سسکتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ بہت ہو چکا ہے...... میں ہرگز بھی نہیں جاؤں گا۔ اپنوں کی خدمت یا شہادت کی موت۔ تیسرا راستہ میں نے بند کر دیا ہے۔''

''اور اب دوسری بات پر بھی اچھا سا مشورہ عنایت کر دو۔'' وہ مسکرایا اس کی گہری مسکراہٹ سے مریم کے اندر گھنٹیاں سی بجیں۔

''کس بارے میں'' وہ انجان بنی۔

''یہی کہ گھر کب بساؤں؟ اور تم کو لینے کے لئے کب آؤں؟''

''میں کیا کہہ سکتی ہوں۔''

''لیکن میرا تو اب یہاں سے جانے کا جی ہی نہیں چا رہا۔ ابھی تو بہت کچھ کہنا تھا تم سے۔'' وہ بولا۔

''لیکن جانا تو آپ کو پڑے گا۔ اس ملک کو، کیمپوں میں کسمپرسی کی زندگی گزارتے آپ کے ہم وطنوں کو آپ کی ضرورت ہے بسام۔ آپ کے مضبوط بازوؤں کی ضرورت ہے ان کو۔ آپ اپنی ڈگری اور اپنی قابلیت کو ساتھ لے کر آگے بڑھیں دیکھئے گا کتنے ہی صالح فطرت نوجوان آپ کے پیچھے چلیں گے۔ میں آپ کی آنکھوں سے اپنے روشن اور پرامن مستقبل کا خواب دیکھنا چاہتی ہوں بسام۔ مجھے لگتا ہے کہ امن کا سورج ایک دن ضرور طلوع ہوگا۔ انشاء اللہ۔'' ''انشاء اللہ''۔ بسام نے دہرایا ان الفاظ نے اس کے اندر امید کی ایک اور شمع روشن کر دی اس نے بڑے جذب سے بڑھ کر مریم کے دونوں ہاتھوں کو تھاما اور بوسہ لیا۔ اس نے چمکتی آنکھوں سے کہا۔

''مجھے تو اب یقین آگیا ہے کہ بغیر گوگل سرچ کے مجھے سیریا کی سب سے ذہین لڑکی بھی مل ہی گئی ہے۔''

اور پھر اگلے روز وہ چلا گیا۔ مریم نے اصرار کر کے عمتی کو اپنے پاس روک لیا۔ اس خاندان کے یہی چار افراد ایک دوسرے کا سہارا تھے۔ بسام کی دمشق سے واپسی پر رخصتی کا ارادہ کیا گیا تھا۔

☆......☆......☆

پانچواں باب

زندگی کے سب چراغ گل ہوئے

سین (۱): ''اللہ اکبر......اللہ اکبر......مریم......أین أنت......یا مریم......یا ابی''

لیلیٰ پوری قوت سے چلا رہی تھی مگر اس کی نیند ابھی تک نہ ٹوٹی تھی۔ علاء ہڑبڑا کر اٹھا اور اسے کاندھوں سے پکڑ کر ہلاتے ہوئے نیند سے جگایا۔ پھر اسے پانی پلایا۔ لیلیٰ پسینے میں شرابور تھی اور دل کی دھڑکن تیز تھی۔ جب اسے ہوش آگیا تو وہ اپنے شوہر کے کندھے پر سر ٹکا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''بہت بھیانک خواب تھا۔ اللہ کرے کہ یہ خواب ہی ہو۔ اللہ ان کی مدد کرے''۔ اس کا محبوب اور غمخوار شوہر مصیبت کے ان تمام دنوں میں اس کی ڈھارس بندھاتا رہا اسے حوصلہ دیتا رہا آج بھی اس نے رفتہ رفتہ تسلی دیتے ہوئے اسے پھر سے سلا دیا۔

اس کے آنگن میں نئی زندگی کی آمد متوقع تھی مگر اس کا وزن مسلسل گر رہا تھا۔ جس وقت آسٹریلیا میں رات ہوتی حلب میں دن طلوع ہوتا تھا اور وہ ہر نئے دن پر اپنے خاندان کے لئے دعا کرتی کمپیوٹر اور فون کھول کر بیٹھ جاتی۔ دن بھر میں نجانے کتنے میسج ابی اور مریم کو کرتی اور ان کے ایک خیریت کے میسج کا گھنٹوں انتظار کرتی۔ مسلسل کے رت جگوں سے آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے۔ پھر اس کی حالت کے پیش نظر علاء نے اس پر پابندی لگا دی کہ جب تک وہ یونیورسٹی سے واپس نہ لوٹ آئے گھر میں ٹی وی، کمپیوٹر اور ٹویٹر یا واٹس اپ نہ کھولا جائے گا۔ وہ جانتی تھی کہ علاء نے ایسا اس کی بھلائی کے لئے ہی کہا تھا۔ مگر وہ بھلا کیا کرتی جب کہ حلب ڈوب رہا تھا تو وہ کیسے پھلتی پھولتی۔

☆......☆......☆

سین (۲)'' شمالی حلب میں واقع مستشفی الاطفال پر بمباری۔ اسپتال کا ایک حصہ تباہ ہو گیا۔''

جس وقت لیلیٰ نے الجزیرہ کھولا اس پہلی خبر نے اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑا دیئے۔ وہ کچھ دیر ساکت بیٹھی رہی اور پھر ہذیانی کیفیت میں مریم کا نمبر ملانے لگی۔

اللہ یجیک یا اختی۔'' اردعلیّ۔ ردعلیّ...... یا مریم۔''

ہر بار میسج کرتی، دعا کرتی، فون ملاتی اور ایک امید کے ساتھ فیس بک پر نظر ڈالتی حتیٰ کہ دو گھنٹے بعد مریم کا واٹس اپ میسج آیا۔

''میں زندہ ہوں۔ گھر پہنچ کر بات کرتی ہوں۔''

لیلیٰ کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور پھر وہ روتی ہوئی اپنے رب کے آگے سجدہ ریز ہو گئی۔

مریم نے فون ملایا تو لیلیٰ اٹھاتے ہی زاروقطار رونے لگی۔ دوسری طرف مریم کا یہ حال تھا کہ اسے چپ ہی لگ گئی تھی۔

"کچھ تو بولو مریم، اللہ کچھ تو کہو۔ ان درندوں نے تو اسکول، ہسپتال کچھ نہیں چھوڑا۔"

"میں تمہیں کیا بتاؤں اُختی۔ کیا کیا بتاؤں؟ ہمارے نیونیٹل کیئر وارڈ میں چودہ بچے تھے۔ جس وقت دھماکہ ہوا ہم سب ایک ایک بچے کو اٹھا کر آکسیجن ساتھ لئے بھاگے۔ دو بچوں نے میرے سامنے اپنی ماؤں کی گود میں آخری سانس لی۔ میں ان ماؤں کو کیا تسلی دیتی؟ کیا کہتی؟ خود میں پندرہ روز سے جس بچے کو ہر گھنٹے پر مانیٹر کر رہی تھی وہ صرف پندرہ منٹ میں میرے ہاتھوں سے نکل گیا...... اور میں ...... کچھ نہیں کر سکی۔ کچھ بھی نہیں......"

"یہ انسان نہیں ہیں میری بہن۔ یہ درندے ہیں۔ پھاڑ کھانے والے یہ ہماری نسلوں کو ختم کرنے آئے ہیں۔ یہ صلیبی ہیں۔ یہ اب نہیں رکیں گے۔"

☆......☆..........☆

سین (۳) کھانا ان تینوں کے سامنے رکھا تھا مگر ابھی تک کسی نے اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا تھا۔

"اُخی آپ کو تھوڑا سا کھا لینا چاہیے۔ آپ کو دوا لینی ہوتی ہے۔"

"نہیں میرا بالکل جی نہیں چاہ رہا۔" یہ کہہ کر ابی اٹھ کھڑے ہوئے۔

مریم نے اصرار کر کے پھوپھی کو کچھ کھلایا اور پھر باپ کے کمرے میں ان کی پلیٹ رکھ کر باہر نکل آئی۔ وہ سجدے کی کیفیت میں تھے۔ مریم کو علم تھا کہ شدت غم کے وقت وہ لمبے لمبے سجدے کرتے ہیں اور اپنے سارے راز و نیاز اپنے رب سے کر لیتے ہیں۔

پھوپھی کے آنے سے مریم کے اندر گھٹن بھی کم ہو گئی تھی۔ وہ دونوں رات میں گھنٹوں ایک دوسرے کے دکھ بانٹتیں اور تسلیاں دیتیں۔ وہ جانتی تھیں کہ ایسے وقت دوسروں کو تسلی کے الفاظ کہنے والا دراصل خود اپنے آپ کو زندہ رہنے کی نصیحت کر رہا ہوتا ہے۔ آج بھی دونوں لیٹیں تو نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس نے پھوپھی کی گود میں سر رکھ لیا۔

"عمتی! مسجد امیہ کس قدر خوبصورت تھی۔ وہ تو اسلامی فن تعمیر کا ایک جیتا جاگتا شاہکار تھی۔"

"ہاں میری بچی اور اس کی اصل تاریخ تو عیسوی کیلنڈر کی ابتدا تک جاتی ہے۔ پہلی صدی عیسوی میں اس جگہ عیسائیوں نے چرچ تعمیر کیا تھا۔ پھر بعد میں یہ ان کا مقدس گرجا بنا اور عیسائی دور دور سے عبادت کے لئے آتے تھے۔ اس کی تاریخ تو بڑی ہی دلچسپ تھی۔

مسلم حکمرانوں نے دمشق فتح کرنے کے بعد عیسائیوں کو بھی فراخدلی سے یہاں آنے دیا اور اسی کے ساتھ متصل مسجد بھی بنا لی۔ عرصے تک دونوں اپنی اپنی عبادت کرتے رہے پھر ولید بن عبد الملک نے اس شاندار طرز کی عمارت کا نقشہ اٹھایا جو مسجد نبوی کے طرز پر بنایا گیا تھا۔ تیرہ سو سال سے یہاں اذان دی جا رہی تھی اقامت کہی جا رہی تھی جسے آج درندہ صفتوں نے خاموش کر دیا۔"

پھوپھی اس سے آگے نہ بول سکیں۔ دونوں نے دیر تک بے آواز آنسو بہائے۔ یوں لگ رہا تھا کہ دل کو کوئی آرے سے چیر ڈال رہا ہے۔

"مسجد کے مقدس فرش پر وہ فوجی اپنے بوٹوں کے ساتھ گھسے تھے یہ کیسے لوگ ہیں عمتی؟ کیا یہ مسلمان ہیں! کیا ان کے سینوں میں دل ہیں؟ کیا ان دلوں میں ذرہ برابر بھی ایمان کی حرارت ہے؟ اتنی سی بھی شرم ہے؟"

یہ اور اس جیسے ان گنت سوال اس دن سیریا کے کتنے ہی نفوس نے ہواؤں کے حوالے کئے ہوں گے۔ کون جانے اور کون ان کا جواب تلاش کرے۔ اور پھر یہ کوئی پہلی مسجد تو نہ تھی جو بے دردی سے ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کے ہاتھوں شہید ہو کر زبان حال سے کہہ رہی تھی۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

☆......☆......☆

سین (۴) "کیسی ہو؟" آج بسام کی آواز میں زمانے بھر کی تھکن تھی۔

"الحمدللہ علی کل حال۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"اُمی مجھ سے حلب آنے کے لئے اصرار کر رہی ہیں۔ لیکن میرا آنا، بالکل ممکن نہیں ہے۔ میں بہت اہم ذمہ داری پر ہوں اور میرے نکلنے سے

یہاں کام رک جائے گا۔ تم تو سمجھتی ہونا مریم؟'' اس نے التجا کی۔

''آپ فکر نہ کریں۔ وہ جب آپ کی طرف سے بہت زیادہ فکر مند ہو جاتی ہیں تو ایسے کہتی ہیں۔ وہ خود بھی سمجھتی ہیں کہ ان حالات میں آپ کا آنا ممکن ہی نہیں ہے۔''

''سوچتا ہوں تم پر دو بزرگوں کا بوجھ ڈال کر زیادتی کی ہے۔ تم عورت ہو اور اکیلی ہو۔ حقیقت میں تو تم تینوں ہی اب میری ذمہ داری ہو۔'' اس کے لہجے میں دکھ اور پچھتاوا تھا۔

''ایسے سب اصول حالت امن کے دنوں کے لئے ہوتے ہیں۔ حالت جنگ میں سب کچھ الٹ جاتا ہے اور ویسے بھی میں کمزور عورت تو نہیں ہوں میری رگوں میں بھی عرب خون ہے۔ میری طرف سے آپ بالکل بے فکر رہا کریں۔'' اس نے حتی الامکان خوشدلی کا مظاہرہ کیا۔

''خبریں بتا رہی ہیں کہ آگے اور خراب وقت آنے لگا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ تم تینوں کو حلب سے نکل جانا چاہیے۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بسام؟ ہم کہاں جائیں؟ کیمپ میں؟ میں نے کیمپ کی زندگی کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ میں دو بزرگوں کو لے کر کیمپ میں بیٹھنے سے بہتر سمجھتی ہوں کہ اپنے ہی گھر میں رہ کر تقدیر کے لکھے کو پالوں اور پھر..... کیمپ کہاں محفوظ ہیں۔ مئی میں حلب کے قریب ہی تو کیمپ پر بمباری کی گئی ہے۔''

''میری تو عقل نے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ نہ جانے خون اور آگ کا یہ کھیل ابھی کتنا اور چلنا ہے۔'' وہ آج حد درجے دل شکستہ تھا۔

ایسے میں مریم کے اندر کی عورت نے اسے چوکنا کر دیا وہ سمجھ گئی کہ کوسوں دور بیٹھے پریشان حال شوہر کو کن الفاظ کی طلب ہے۔

وہ بولی:

''ہر سیاہ رات کے بعد صبح سورج طلوع ہوتا ہے۔ ہم بھی اس طلوع صبح کے انتظار میں اس شب تاریک کو لحہ لحہ گزاریں گے۔ بسام! ایسے شدید ڈپریشن کے مواقع پر قرآن کی تلاوت سے زیادہ سکون آور کوئی شے نہیں اور جب ہم جنت کی فضاؤں کو محسوس کرنے لگیں تو دل اک دم امید سے بھر جاتا ہے۔ یہ سارے درندے جو ہم سے ہمارے گھر، خوشیاں ہمارے معصوم بچے اور زندگیاں چھین رہے ہیں یہ ایک چیز کبھی بھی چھین نہیں سکتے...... یہ ہماری جنتیں ہم سے دور نہیں کر سکتے۔ وہاں تو ہم سب ضرور اکٹھے ہوں گے۔ ہے نا؟ آخری فتح ہماری ہی ہے۔''

''اور اگر ہماری قسمت میں اس دنیا کا ملاپ ہوا تو...... میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میں ایک اچھی بیوی ثابت ہوں گی۔ خوب ڈھیر سارے کھانے پکانے والی اور ہر دم مسکرانے والی...... بسام آپ کو میرے وعدے کا یقین ہے کہ نہیں؟''

بسام کے لئے جواب دینا ممکن نہ تھا۔ وہ شدت ضبط سے ہونٹ بھینچے بیٹھا تھا اس کے ان میٹھے بولوں نے اس کے اعصاب شل کر دیئے اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔ آج پہلی بار مریم سے بات کرتے ہوئے وہ رویا تھا۔ خود مریم جو کمال ضبط کا مظاہرہ کرتی رہی تھی اس کا فون رکھتے ہی بستر پر گر گئی۔ جگر سے نکلتے یہ آنسو اس کا دل کاٹے دے رہے تھے۔ یہ کیسا رشتہ بندھا تھا بسام کے ساتھ جس میں فراق کا ایک لمبا صحرا حائل تھا اور پار نکلنے کی کوئی امید بھی نہ تھی۔ پھر اس فون کال کے بعد حالات اس تواتر سے خراب ہوئے کہ اس کیلئے اپنے اور بسام کے بارے میں سوچنا بھی ممکن نہ رہا۔

☆......☆......☆

باب (۶)

ایمن صلاح الدین

سین (ا) دسمبر 2016ء شروع ہوا تو بشار الاسد فوج کی جانب سے اہلیان حلب کے لئے موت کے پروانے جاری کر دیئے گئے۔ شہر کو گھیر لیا گیا۔ اڑتالیس ہزار شہری شہر سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور جو نہ جا سکے ان پر اسدی ٹینکوں نے فتح کے جھنڈے گاڑے۔ انہیں موت کی نیند سلا کر کہا گیا کہ ہم نے شہر فتح کر لیا ہے۔ شہر کے محاصرے کے بعد ہی سے مریم کا ڈیوٹی پر جانا بند ہو چکا تھا۔ گھر میں فاقوں کی نوبت آ گئی تھی۔ ہمہ وقت گولیوں کی آوازیں آتیں اور دھماکے سنائی دیتے۔ بسام اور لیلیٰ کے مسلسل اصرار ان تینوں نے بھی نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ 2 دسمبر کو مریم نے تینوں کا مختصر سامان تیار کیا پھر بوجھل قدموں کے ساتھ کتب خانے کا رخ کیا۔ ابی

دیوار کی سمت رخ کیے بیٹھے تھے۔ انہیں اس کی آمد کا علم نہیں ہوا۔ وہ ہولے ہولے سسکیاں لے رہے تھے مریم کچھ دیر کھڑی سوچتی رہی پھر بھاگ کر ان کی ٹانگوں سے لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"ابی یہ کتب خانہ...... اگر بمباری ہوئی تو یہ کتب ضائع ہو جائیں گی۔ ہمارے پاس تو چند بہت ہی قیمتی نسخے ہیں۔ وہ تو اب دنیا کی کسی لائبریری میں ملیں گے بھی نہیں۔ ابی میں یہ قیمتی کتابیں بھی رکھ لوں؟" وہ بچوں کی طرح کہہ رہی تھی۔

"لا یا بنتی حسبنا کتاب اللہ"

(نہیں میری بیٹی۔ ہمارے لئے کتاب اللہ ہی کافی ہے)

"وہ سب کچھ تباہ کر سکتے ہیں مگر قرآن کو ہمارے سینوں سے نہیں نکال سکتے۔"

"مریم! ہمت کرو بیٹی۔ تم تو تاریخ کی طالبہ ہو۔ غور کرو یہ ہمارے ساتھ پہلی بار تو نہیں ہو رہا۔ ہم پر تو ایسے سانحے گزرتے رہے ہیں۔ تاتاریوں نے بھی تو بغداد میں کتب خانے جلائے تھے۔ کتابیں تباہ ہو جاتی ہیں مگر علم کا سفر جاری رہتا ہے۔ چلو اٹھو شاباش" وہ اسے تسلی دیتے سیڑھیاں چڑھ رہے تھے جب اچانک شدید قسم کی کان پھاڑ ڈالنے والی آواز آئی اور اس دھماکے کے ساتھ ہی سیڑھیوں کے ساتھ جڑی قد آدم کھڑکی کا شیشہ ریزہ ریزہ ہو کر گرنے لگا۔ پھر اس کے ساتھ ہی لائبریری کی الماریاں لرزنے لگیں۔ ابی چوتھی سیڑھی سے لڑکھڑائے اور جب وہ پھسلتے ہوئے نیچے پہنچے تو الماری کا پٹ ان کے اوپر گرا۔ مریم پاگلوں کی طرح چیختی ہوئی ان کے پاس آئی۔ اس نے پوری جان لگا دی مگر بھاری الماری کا پٹ ایک انچ نہ سرکا سکی۔ وہ بے دم ہو کر اوپر کو بھاگی۔ پھوپھی صحیح سلامت تھیں اور جب تک ایمبولینس پہنچی ابی بے ہوش ہو چکے تھے۔

☆......☆......☆

سین (۲) تیسرے دن وہ گھر سے کچھ سامان لینے آئی گھر کے سامنے کھڑے ہو کر دیکھا تو وہ دنگ رہ گئی۔ بڑی سڑک کے دوسرے سرے پر زبردست تباہی ہوئی تھی۔ گو کہ اس کا گھر صحیح سالم تھا مگر تمام شیشے ٹوٹ گئے تھے۔ سامان بکھر گیا تھا۔ وہ شل اعصاب کے ساتھ داخل ہوئی اور سیدھی اپنے کمرے میں گئی۔ موت اب چہار جانب منہ کھولے کھڑی تھی۔ اب شہر سے نکلنے کے علاوہ کوئی راستہ باقی نہ بچا تھا۔ اس نے بیگ بنا کر نکلتے نکلتے بالکنی کھولی اور باہر کھڑی ہو گئی۔

سامنے کے فلیٹس کب کے خالی ہو چکے تھے۔ نیچے دکانوں کے شٹر گرے ہوئے تھے اور قہوہ خانے کے آگے رکھی میز کرسیاں الٹی پڑی تھیں۔ بجلی وغیرہ کے سب تار آپس میں گڈ مڈ کچھ تنے ہوئے اور کچھ جھولتے ہوئے سڑک کے پار اسکول کی بلڈنگ کی چھت گر چکی تھی۔ اس کا ملبہ دالان میں پڑا تھا اور چرچ کے گنبد کے سرے پر موجود صلیب کا نشان ٹوٹ کر لٹک رہا تھا۔ پارکنگ میں اب چند گاڑیاں بچی تھیں جو ملبہ گرنے سے دھول میں اٹی ہوئی تھیں۔ افق پر سورج ڈوب رہا تھا۔

مریم نے پرس سے موبائل نکالا اور کیمرے سے ایک کلک کیا۔ اس نے ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ یہ منظر بھی محفوظ کر لیا۔ اس نے اس کے نیچے لکھا۔

"حلب کمار ایتھا من شُرفتی" (حلب میری بالکنی سے)

اور لیلیٰ کو بھیج دیا۔

☆......☆......☆

سین (۳) پے در پے پیش آنے والے واقعات نے اس کو سن کر دیا تھا۔ اب اس نے محسوس کرنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ ہسپتال سے گھر واپس آ گئے تو ابی کے ساتھ ساتھ آکسیجن کا سلنڈر بھی لایا گیا۔ ٹانگ کی ہڈی ٹوٹنے کے باعث وہ ہل تک نہیں سکتے تھے اور سینہ اس بری طرح دبا رہا تھا کہ پھیپھڑوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ بہت مشکل سے سانس لے پاتے۔ پھوپھی غم واندوہ کی تصویر بن گئی تھیں۔ انہیں بالکل چپ لگ گئی تھی۔ وہ بیٹھے بیٹھے اچانک چونکتیں اور کہتیں۔

"مریم میری بیٹی تم بسام کی دلہن ہو۔ تم جلدی سے دلہن کا لباس پہنو۔ دیکھو بسام آتا ہوگا۔ جلدی کرو......"

سکون کی گولیاں وہ ہسپتال سے لے آئی تھی۔ وہی کھلا کر انہیں سلا دیتی تھی اور پھر ابی کے سرہانے بیٹھ جاتی۔

ابی کی حالت دیکھتے ہوئے حلب چھوڑنے کا امکان ختم ہو چکا تھا۔

☆......☆......☆

سین (۴) بمباری میں شدت آنے کے ساتھ ہی مواصلاتی رابطے بھی منقطع ہو گئے تھے۔ لیلیٰ گھنٹوں فون ملاتی اگر مل جاتا تو آواز سنائی نہ دیتی وہ کمپیوٹر کے آگے بیٹھی اس کے میسج چیک کرتی رہتی اور فون کا انتظار کرتی رہتی۔ شوہر کے اصرار پر ذرا سا کھا لیتی اور وہیں صوفے پر بیٹھے بیٹھے ہی اونگھ لیتی۔

13 دسمبر 2016ء کی صبح عجیب ہی کیفیت تھی۔ لیلیٰ کا دل بہت تیز دھڑک رہا تھا اور ہاتھ پاؤں سے پسینے چھوٹ رہے تھے۔ علاء یونیورسٹی سے لوٹا تو اس کی یہ حالت دیکھ کر چیختا ہوا بڑھا اگلے ہی لمحے وہ لیلیٰ کو ہاتھوں میں اٹھائے واپس پلٹا۔ پہنچ کر آنا فانا مریضہ کو آپریشن تھیٹر منتقل کیا گیا اور ڈاکٹرز اس کی اور بچے کی جان بچانے کی سرتوڑ کوششیں کرنے لگے۔

علاء پر وہ رات قیامت بن کر گزر گئی۔ ایک طرف بیوی کے بطن سے پہلے بیٹے کی ولادت کی خوشخبری ملی تو دوسری طرف حلب پر قبضے کی منحوس خبر۔

شروع رات ہی اس نے فون بند کر کے جیب میں رکھ لیا تھا۔ وہ شب کے اندھیرے میں اپنے رب کے آگے سجدہ ریز تھا۔ وہ اپنی بیوی اور بچے کے لئے زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ اس نے اپنے ہموطنوں کی آزادی اور پرسکون زندگی کے لئے بھی ڈھیروں دعائیں کیں۔

جس وقت نرس نے اسے باپ بننے کی خوشخبری سنائی اس نے شکر کا سانس لیا۔ پھر اس کے چند منٹ بعد موبائل جیب سے نکال کر وائی فائی آن کر لیا۔ وائی فائی کیا کھلا اسے لگا کہ اس کے سر پر سے آسمان سرک گیا ہے اور پاؤں تلے سے زمین۔

''فال آف الپو'' (حلب ڈوب گیا)

''وکٹری فار ہوم'' (فتح کس کی ہوئی)

''لاسٹ ورڈز فرام الپو'' (حلب سے آخری پیغامات)

یہ اور اسی طرح کی خبریں چیخ رہی تھیں، آہ و بکار کر رہی تھیں۔ اس سے مزید ضبط نہ ہو سکا۔ جلتی آنکھوں پر کالا چشمہ چڑھا کر وہ باہر نکل آیا۔ وہ اس لمحے تنہائی چاہتا تھا وہ اس لمحے پھٹ جانا چاہتا تھا۔

گھر پہنچا تو اسے صدر دروازہ کھلا ہوا ملا۔ لیلیٰ کی پریشانی میں وہ لاک کرنا ہی بھول گیا تھا۔ سامنے کمپیوٹر پر مریم کا فیس بک پیج کھلا ہوا تھا۔ علاء سر تھامے ٹوٹے پھوٹے جملے پڑھ رہا تھا

8:30:PM

''لیلیٰ کہاں ہو؟'' ''کیا تم موجود ہو؟''

''مجھ سے آخری بار بات کر لو۔ ہم نہیں بچیں گے۔ ہم نہیں بچیں گے پچاس ہزار مار ڈالے ہیں۔ وہ ہم کو کیوں چھوڑیں گے۔''

10:00PM

''ابی کی سانس اکھڑ رہی ہے۔''

''میں نے آکسیجن لگا دی ہے۔ میں اب نہیں نکالوں گی۔''

''انہیں بہت تکلیف ہوتی ہے۔''

''یہ آخری سلنڈر ہے۔''

4:00AM

''میں نے فجر پڑھ لی۔ سردی بہت ہے۔''

''ابی کو اور عمتی کو بھی غسل کروا دیا''

''میں نے بھی غسل کر لیا ہے۔''

''پتہ ہے میں نے وہ پاجامہ سوٹ پہنا ہے جو تم نے آسٹریلیا سے بھیجا تھا۔ وہ بہت اچھا ہے۔''

''اور میں نہیں چاہتی کہ جب وہ گھر میں داخل ہوں تو میرے ستر پر ان کی ناپاک نظر پڑے۔''

''میں نے پڑھا تھا کہ جب سیدنا عثمان کے گرد گھیرا تنگ ہو گیا تھا تو انہوں نے بھی شلوار پہنی تھی۔ وہ بہت باحیا تھے۔''

''وہ معصوم تھے۔''

''وہ بے قصور تھے۔''

6:20AM

''بہت سخت دھماکے ہیں۔ کھڑکی سے شعلے نظر آ رہے ہیں۔''

''یا لیلیٰ؟ فی امان اللہ''

'' انجهت القلوب ينادى صلاح الدين و لكن هيهات هيهات

أین صلاح الدین ؟

أین صلاح الدین لینجد المسلمین

ترجمہ: ہمارے دل صلاح الدین کو آوازیں دیتے رہے لیکن وائے افسوس، وائے افسوس، وائے افسوس

کہاں ہے صلاح الدین؟ کب آئے گا صلاح الدین مسلمانوں کی مدد کے لئے؟؟؟؟

☆......☆......☆

اس تحریر کو لکھنے میں میری استاد معلمہ لیلیٰ نے جو مدد کی اس پر میں ان کی ممنون ہوں۔

یوٹیوب ویڈیوز جن سے تحریر کی تیاری میں مدد لی گئی۔

1-Syria: Before The War (Fuerzas Armadas)

2-Life in Syria Before The War(Nabil)

3-Syria The World Largest Refugee Crisis (full Episode)

4- 9 Days From My Window In Aleppo by Issatouma

5- Heartbreaking video -Syria Before and After the terrorist invasion(Paul walker)

وکی پیڈیا آرٹیکلز:

(1)umayyad Mosque

(2) Syria History

(3) Syria Culture

(4) Syrian Cousine

(5)List of Oldest continuously inhabited cities

میگزین

(ا) شام لہو رنگ سرزمین

اخبارامت۔ ترجمان القرآن جنوری 2017ء

☆......☆......☆

25 ہزار نفوس پر مشتمل مدیجی سٹی فرقہ بندیوں و مسلکی اختلافات میں جکڑا ہوا ہے۔ مگر اب تحریکی مرکز و مسجد سے محروم نہیں رہے گا!!

تمام مسلمانوں سے خصوصی اپیل

معزز علمائے کرام کی مشاورت و رہنمائی میں 65 ہزار فٹ پلاٹ پر مسجد تقویٰ اور درس گاہ کے لیے تعمیر کا کام جاری ہے۔

1- مسجد التقویٰ کی تعمیر تخمینہ 25,00000 روپے

2- درس گاہ جامعہ ارقم کے طلبہ کی تعلیم و رہائش کے لیے 4 کمروں کی تعمیر فی کمرہ تخمینہ -/3,00000 روپے

3- مسجد التقویٰ سے متصل طالبات و خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے 3000 ہزار فٹ زمین کی خریداری (خواتین کی مسجد)

تمام مسلمانوں کے لیے: اپنے، اپنے مرحومین کی مغفرت، اپنی اولاد کے بہترین مستقبل اور مشکلات و مصائب سے نجات کے لیے بہترین موقع ہے۔

عظیم الشان تربیت گاہ جامع ارقم

آج کل فرقہ بندی ایک وبا کی طرح پھیل چکی ہے۔ مستقبل کے معمار ہمارے نوجوان اس کا شکار ہو رہے ہیں۔ اس وبا سے چھٹکارے کے لیے نوجوانوں کو قرآن و حدیث کے علم کی روشنی پہنچانا اہم فریضہ ہے۔ اس فریضے کے لیے جامع ارقم کی تعمیر میں خصوصی تعاون کی درخواست ہے۔

آپ کے تعاون کا منتظر

مولانا عظمت اللہ بھٹو 03312699172

قاری حافظ عبداللہ بھٹو 03048935388

جامعہ ارقم، مسجد تقویٰ مدیجی سٹی 78039

ضلع شکارپور سندھ